تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم
۳۱ / ۱ اگست تا ٦ ستمبر ۲۰۰۰ء (یکم تا ۷ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ)
مدیر : حافظ عاکف سعید

ہمیں دین کیوں عطا کیا گیا؟

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اس لئے آیا ہے کہ انسانی زندگی —— عملی اور واقعاتی زندگی —— کا نظام بنے‘ خدائی دین اس لئے آیا ہے کہ انسانی زندگی کی قیادت‘ تنظیم‘ رہنمائی اور تحفظ کرے۔ اللہ کی طرف سے دین اس لئے نہیں آیا کہ وہ دل میں ایک مجرد عقیدہ بن کر رہے یا یا صرف عبادات کا روپ اختیار کرے جو عبادت گاہوں میں ادا کی جائیں۔ بلاشبہ یہ دونوں چیزیں انسانی زندگی لئے ناگزیر ہیں اور انسانی قلوب کی تربیت و تزکیہ کے لئے ان کی بڑی اہمیت ہے‘ لیکن یہ دونوں امور زندگی کی قیادت‘ تنظیم‘ رہنمائی اور تحفظ کے لئے کافی نہیں ہیں‘ جب تک کہ ان کی بنیادوں پر طریق زندگی‘ نظامِ حیات اور شریعت کا قیام نہ ہو۔ ایسی شریعت جو انسانوں کی زندگی میں عملاً جاری و نافذ ہو‘ قانون اور اقتدار کے فیصلوں کے ذریعہ اسے نافذ کیا جائے‘ اُس کے سلسلے میں قانون و اقتدار کے ذریعہ لوگوں سے بازپرس ہو‘ ان احکام کی مخالفت پر لوگوں سے مواخذہ ہو اور اُن کی خلاف ورزی پر قانون اور اقتدار کے ذریعہ نافرمانوں کو سزائیں دی جاسکیں۔

انسانی زندگی کی کل اُسی وقت درست ہو سکتی ہے جب عقیدہ‘ عبادات اور قوانین‘ سب کچھ انسان ایک ہی سرچشمے سے حاصل کرے۔ اُس سرچشمے سے جو دلوں کی مخفی نیتوں اور ارادوں پر بھی اقتدار رکھتا ہے اور زندگی کی حرکات و سکنات‘ اعمال اور پرورش پر بھی‘ جو لوگوں کو اپنے قوانین کے مطابق دنیا میں بھی جزاء و سزا دے‘ جس طرح کہ وہ حساب کتاب کے بعد اُس کے مطابق اخروی زندگی میں جزاء یا سزا دے گا۔ لیکن جب اقتدار منقسم ہو جائے اور ہدایت اور رہنمائی حاصل کرنے کے سرچشمے متعدد ہو جائیں یعنی قلوب‘ عقائد اور عبادات پر تو اقتدار اللہ کا ہو اور قوانین و شرائع میں اقتدار غیر اللہ کا‘ آخرت کی جزاء و سزا کے سلسلے میں تو اقتدار اللہ کا ہو اور دنیا کی سزاؤں کے سلسلے میں اقتدار غیر اللہ کا‘ اس صورت میں انسانیت دو مختلف اقتداروں‘ دو مختلف سمتوں اور دو مختلف طریق ہائے زندگی میں منقسم ہو جاتی ہے اور تب انسانی زندگی میں وہ عظیم فساد رونما ہوتا ہے جس کی طرف درج ذیل قرآنی آیات مختلف مواقع پر اشارہ کرتی ہیں۔ مثلاً ﴿لو کان فیھما الھة الا اللہ لفسدتا﴾ (الانبیاء : ۲۲) ”اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو کائنات میں فسادِ عظیم رونما ہوتا“۔ اور ﴿ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموت والارض ومن فیھن﴾ (المومنون : ۱۷) ”اگر حق اُن کی خواہشات و آراء کی پیروی کرتا تو آسمانوں‘ زمین اور جو ان کے مابین ہیں‘ سب میں فسادِ عظیم رونما ہو جاتا“۔

(سید قطب شہید کی تفسیر ”فی ظلال القرآن“ سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ اداریہ 2
☆ امیر محترم کا خطابِ جمعہ 4
☆ تجزیہ 6
☆ عالم اسلام 8
☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 9
☆ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ؟ 12
☆ متفرقات ✪

نائب مدیر :
فرقان دانش خان
معاونین :
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان
نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین
پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ‘ لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زرِ تعاون -/175 روپے

شمارہ : 34

قیمت : 3 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

اک دیا اور بجھا ـــــ تنظیم اسلامی کے بزرگ ترین بانی رفیق کی رحلت!

امیر تنظیم اسلامی کے دیرینہ رفیق کار اور تنظیم اسلامی کے بزرگ ترین رفیق شیخ جمیل الرحمٰن صاحب طویل علالت کے بعد سوموار ۲۸/اگست کو بوقت عصر کراچی میں انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ صاحب مرحوم کی وفات سے تحریکی کتاب زندگی کا ایک درخشاں باب ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا۔ وہ تنظیم کے بانی ارکان میں سے تو تھے ہی' تنظیم کی فکری بنیادوں کو مضبوط کرنے اور اسے جماعتی شکل میں آرگنائز کرنے میں جن چند افراد نے فیصلہ کن کردار ادا کیا ان میں بھی نمایاں ترین نام شیخ جمیل الرحمٰن صاحب ہی کا تھا۔ تنظیم کی تاسیس کے بعد ابتدائی ۱۵ سالوں میں انہیں محاورتاً نہیں' حقیقی معنوں میں امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دست راست کی حیثیت حاصل تھی۔ اس عرصے کے دوران امیر تنظیم کے معتمد ترین مشیر کا درجہ بھی انہی کو حاصل رہا۔ بعد میں خرابی صحت اور مختلف عوارض کے باعث کہ جو بڑھاپے کا لازمہ ہوتے ہیں' انہیں لاہور چھوڑ کر واپس کراچی منتقل ہونا پڑا۔ کراچی منتقلی کے بعد بھی وہ اپنی پیرانہ سالی اور ناموافق صحت کے باوجود بھی سال گزشتہ تک اپنی بساط سے بڑھ کر نہ صرف تنظیمی کاموں میں حصہ لیتے رہے بلکہ کراچی میں انجمن خدام القرآن سندھ کی قائم کردہ "قرآن اکیڈمی" میں اہم انتظامی امور میں فنی و مشاورتی معاونت کی گرانقدر ذمہ داری بھی بھرپور طور پر نبھاتے رہے۔ تاہم اس عرصے کے دوران ان کی تحریکی سرگرمیوں کا دائرہ چونکہ شہر کراچی تک محدود ہو کر رہ گیا تھا لہٰذا ملک کے دیگر حصوں سے تعلق رکھنے والے رفقاء جو گزشتہ آٹھ دس برسوں کے دوران تنظیم میں شامل ہوئے' وہ ان سے زیادہ متعارف نہیں تھے۔ تاہم تنظیم کے تمام پرانے ساتھی نہ صرف یہ کہ شخصی طور پر شیخ صاحب مرحوم سے بھرپور طور پر متعارف ہیں بلکہ تنظیم میں ان کی غیر معمولی خدمات اور ان کے مرتبہ و مقام سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔

شیخ صاحب مرحوم کو گزشتہ کم و بیش ۲۰ سالوں سے انجائنا یعنی عارضہ قلب کی شکایت تھی' تاہم انہوں نے اپنے اس عارضے کو کبھی تحریکی و دعوتی کاموں میں رکاوٹ نہیں بننے دیا۔ گزشتہ ۳ سالوں کے دوران پے بہ پے صدمات جن میں بڑی صاحبزادی طاہرہ خاتون اور صاحبزادے خالد جمیل کی وفات جیسے صدمات بالخصوص قابل ذکر ہیں' اور ان کے عارضہ قلب میں اضافے کے باعث شیخ صاحب جسمانی طور پر بہت کمزور ہو گئے تھے اور گزشتہ کم و بیش ایک سال سے مسلسل بستر علالت پر تھے۔ آج سے قریباً چار ماہ قبل راقم کے نام اپنے ایک خط میں انہوں نے صاف لفظوں میں یہ لکھ دیا تھا کہ وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ وہ بستر علالت پر نہیں بستر مرگ پر ہیں اور موت کے استقبال کے لئے ذہناً پورے طور پر تیار ہیں۔ اگرچہ دو ماہ قبل ان کی طبیعت قدرے سنبھل گئی تھی اور صحت کی بحالی کے مدھم سے امکانات پیدا ہو چلے تھے لیکن افسوس کہ طبیعت کا یہ سنبھالا عارضی ثابت ہوا اور انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی اور یوں "عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا" کے مصداق شیخ جمیل الرحمٰن صاحب ایک بھرپور اور ہنگامہ خیز زندگی جس پر ایک نہایت فعال تحریکی رنگ غالب تھا' گزارنے کے بعد قریباً ۸۵ برس کی عمر میں شہر خموشاں میں جا آباد ہوئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیراً۔

شیخ صاحب مرحوم و مغفور کی شخصیت رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر غلبہ و اقامت دین اور قیام نظام خلافت کی جدوجہد کو مقصد حیات بنانے والے خادمانِ دین کے لئے بہت سے اعتبارات سے ایک روشن مثال کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ ایک تحریکی مزاج رکھنے والے' صاحب بصیرت اور اصول پسند انسان تھے جن کی پوری زندگی محنت اور جدوجہد سے عبارت تھی۔ ان کا تعلق سوداگران دہلی کے ایک معزز گھرانے سے تھا۔ ان کی پرورش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جہاں روایتی شرافت اور وضع داری کے ساتھ ساتھ دین و مذہب کی جڑیں بھی بہت گہری تھیں۔ ان کے والد سنی العقیدہ مسلمان تھے اور والدہ کا تعلق اہلحدیث مسلک کے ایک نہایت اونچے علمی گھرانے سے تھا۔ مسالک کا یہ امتزاج بچپن ہی سے فقہی معاملات میں ان کے قلب و نظر کی وسعت کا موجب بنا ـــــ شیخ جمیل الرحمٰن صاحب کی ابتدائی تعلیم دہلی کی مشہور درس گاہ جامعہ ملیہ میں ہوئی جہاں انشاپردازی میں انہیں مولانا ابوالکلام آزاد جیسے نابغہ عصر سے بھی براہ راست استفادے کا موقع ملا ـــــ شیخ صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی عملی زندگی میں قدم رکھا تو ابتداء میں خاندانی روایات سے بغاوت کرتے ہوئے "الجمیل" کے نام سے ایک فلمی جریدے کا اجراء کیا جس میں روزنامہ جنگ کے بانی میر خلیل الرحمٰن مرحوم بھی ان کے ساتھ بطور معاون شریک تھے' لیکن خاندانی شرافت اور بچپن میں والدین سے ملنے والی دینی و اخلاقی تربیت نے بہت جلد اثر دکھایا اور بزرگوں کے سمجھانے پر انہوں نے کمال سعادت مندی کا ثبوت دیتے ہوئے فلمی صحافتی لائن کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا اور حصول معاش کے لئے تجارت کو بطور پیشہ اختیار کرلیا ـــــ بعد ازاں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی تحریروں سے متاثر ہو کر جماعت اسلامی میں شمولیت اختیار کی اور بہت جلد اپنی فعالیت اور فکری پختگی کی بنا پر نمایاں مقام حاصل کرلیا ـــــ قیام پاکستان کے بعد کراچی منتقل ہو کر وہ ایک طویل عرصہ جمیعت سوداگران دہلی کے دفتر میں آفس سیکرٹری کے طور پر کام کرتے رہے اور

یہاں بھی انہوں نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

تحریکی فکر کو انہوں نے علیٰ وجہ البصیرت قبول کیا تھا۔ چنانچہ تحریکیت ان کے مزاج کا حصہ بن گئی اور تحریکی فکر ان کے دل و دماغ میں سرایت کر گئی —— تاہم وہ کسی بھی درجے میں اندھے بہرے مقلد نہیں تھے بلکہ ایک کھلا ذہن رکھنے والے اور مسلسل غور و فکر کرتے رہنے والے باشعور اور ہوشمند انسان تھے۔ جماعت اسلامی کے ۱۹۵۷ء کے سانحہ ماچھی گوٹھ کے بعد کہ جس میں امیر تنظیم اسلامی' محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے جو اُن دنوں جماعت اسلامی منٹگمری کے امیر تھے' اپنا مفصل اختلافی بیان مولانا مودودی مرحوم کی موجودگی میں پیش کیا تھا' جماعت کے بہت سے دیگر کارکنوں کے ساتھ شیخ جمیل الرحمن نے بھی جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی —— تاہم "جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے" کے مصداق جماعتی فکر اور تحریکی جذبے نے انہیں چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ چنانچہ ۱۹۶۷ء میں جب محترم ڈاکٹر صاحب کی کوششوں سے جماعت اسلامی سے علیحدہ ہونے والے بعض اکابر نے مل جل کر تنظیم الامی کے قیام کی پہلی کوشش کی تو اس موقع پر بھی شیخ صاحب مرحوم پیش پیش تھے۔ اس کوشش میں ناکامی کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے طور پر دعوتی و تحریکی کام کا بیڑا اٹھانے کا فیصلہ کیا اور آغاز کار کے طور پر لاہور شہر میں درس قرآن کے متعدد حلقے قائم کئے تو غالباً ۱۹۷۰ء میں شیخ صاحب مرحوم اپنے تین عزیز دوستوں (بھائی عبدالخالق چاندنہ' حکیم سلطان احمد اور عتیق الرحمن صاحب) کے ہمراہ محترم ڈاکٹر صاحب کے کام کا جائزہ لینے اور اس ضمن میں تبادلہ خیال کرنے کے لئے بطور خاص لاہور تشریف لائے اور تین چار روز محترم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کرشن نگر میں واقع ان کی رہائش گاہ میں قیام کیا۔ بعد ازاں ۱۹۷۲ء میں مسجد خضریٰ لاہور میں منعقد ہونے والی قرآنی تربیت گاہ میں شرکت کے لئے بطور خاص لاہور کا سفر کیا۔ شیخ صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ لاہور کی ایک نواحی بستی ڈھولن وال کی مسجد میں محترم ڈاکٹر صاحب کے سورۂ تغابن کے درس نے انہیں اپنی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے اس تحریکی سفر میں محترم ڈاکٹر صاحب کا بھرپور ساتھ دینے اور بہت سے اعتبارات سے سینئر ہونے کے باوجود اپنے سے کم عمر ڈاکٹر اسرار کو اپنا دینی و تحریکی رہنما تسلیم کر کے ان کے معاون کے طور پر کام کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا —— اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد وہ آئے تو کشتیاں جلا کر آئے۔ بقول شاعر "جس ڈھب سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے"۔ ۱۹۷۵ء میں وہ تنظیم کے تاسیسی اجتماع میں شریک ہوئے اور پھر انہوں نے اپنی صلاحیتیں اور اوقات تنظیمی کاموں کے لئے وقف کر دیئے اور وہ فی الواقع فیض کے ان اشعار کی مجسم تصویر بن گئے کہ ؎

واپس نہیں پھیرا کوئی فرمان جنوں کا
تنہا نہیں لوٹی کبھی آواز جرس کی
خیریت جاں' راحت تن' صحت داماں
سب بھول گئیں مصلحتیں اہل ہوس کی!

عمر میں بڑے ہونے کے باوجود انہوں نے بیعت کے تقاضوں کو کچھ اس طور پر نبھایا کہ ایک مثالی "مامور" کا قابل تقلید نمونہ بن گئے۔ وہ اپنے امیر کا احترام ہی نہیں کرتے تھے ان سے شدید محبت بھی رکھتے تھے۔ تاہم وہ مشورہ دینے میں کبھی بخل سے کام نہ لیتے اور اپنی رائے کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر کھل کر بیان کرتے۔ بہت سے مواقع پر امیر محترم اپنی کوئی حساس تحریر اشاعت سے قبل انہیں برائے مطالعہ بھیجتے اور ان کے مشوروں کو قبول کرتے ہوئے اس میں مناسب ردوبدل فرما دیا کرتے تھے۔ وہ امیر تنظیم کے لئے ایک ایسے بزرگ اور مشیر خاص کا درجہ رکھتے تھے جن کے خلوص و اخلاص اور اصابت رائے پر امیر تنظیم کو غیر معمولی اعتماد تھا۔

شیخ صاحب مرحوم کے گھریلو حالات اگرچہ موافق نہ تھے اور ان کی دو بیویوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی کراچی سے لاہور منتقل ہونا ممکن نہ تھا' تاہم انہوں نے امیر محترم کے حکم پر ۱۹۷۷ء میں کراچی سے لاہور ہجرت کی اور پھر مسلسل ۱۵ برس سائے کی طرح امیر محترم کے ساتھ رہے اور تنظیم کی فکری اور تنظیمی و انتظامی بنیادوں کو استوار کرنے میں شب و روز امیر تنظیم کے معاون کار اور دست راست کے طور پر کام کیا۔ وہ فکری و نظری اعتبار سے تنظیم میں نہایت بلند مقام رکھنے کے باوجود ایک انتھک ورکر بھی تھے۔ فکر و عمل کا یہ امتزاج کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

شیخ صاحب مرحوم کی اہم ترین تحریکی خدمت تنظیم کے تحریکی لٹریچر کی تیاری ہے۔ امیر تنظیم کے دروس و خطابات کو جس والہانہ شوق سے وہ تحریری صورت میں مرتب کرتے اور بلا تکان مسلسل گھنٹوں کام کئے چلے جاتے اس کی کوئی دوسری مثال پیش کرنا ناممکن ہے —— تنظیم کا فکری و تحریکی لٹریچر بہت حد تک انہی کی کاوشوں کا مرہون منت ہے۔ امیر محترم کی تصانیف تو انگلیوں پر گنی جا سکتی ہیں' تحریکی لٹریچر کا بڑا حصہ امیر محترم کے دروس و خطابات پر مشتمل ہے جس کے ایک قابل قدر حصے کو شیخ صاحب نے تحریری انداز میں مرتب کر کے زیور طباعت سے آراستہ کرنے کا اہتمام کیا۔ مرحوم کے قیام لاہور کے دوران ماہنامہ "میثاق" کی تمام تر ادارتی ذمہ داری بھی انہی کے کاندھوں پر تھی جسے انہوں نے عمدگی اور تسلسل کے ساتھ نبھایا۔ مرحوم کی کاوشوں سے تنظیم اسلامی کا جو دعوتی و تحریکی لٹریچر وجود میں آیا اس میں سے مطالباتِ دین' نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں' شہید مظلومؓ اور منہج انقلاب نبوی پر انہیں خصوصی طور پر ناز تھا اور مؤخر الذکر دو کتابوں کو بالخصوص وہ اپنی کاوشوں کا شاہکار شمار کرتے تھے۔

مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ تحریکی فکر مجھے مولانا مودودی مرحوم سے ملا اور قرآن سے تعلق محترم ڈاکٹر صاحب کی بدولت حاصل ہوا اور ان دونوں چیزوں یعنی تحریکی فکر اور تعلق بالقرآن کو فی الواقع ان کی زندگی میں عزیز ترین متاع کا درجہ حاصل تھا۔ ان دونوں کے ساتھ ان کا گہرا قلبی و ذہنی تعلق زندگی کے آخری سانس تک برقرار رہا۔ آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے! OO

پاکستان کا اصل مسئلہ اسلام کی بحالی ہے، معیشت کی بحالی نہیں

آئی ایم ایف کا فتویٰ : پاکستان ڈیفالٹ ہو چکا ہے، موجودہ حکومت بحالی معیشت میں ناکام ہو چکی ہے

وہ مذہبی جذبہ جو قیام پاکستان کا باعث بنا اور جو آج استحکام پاکستان کیلئے ضروری ہے ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے

پاکستانی نیشنلزم نہ آج تک وجود میں آیا ہے اور نہ قیامت تک وجود میں آسکتا ہے

قیام پاکستان اور اس کے استحکام کی اساس؟

مسجد دارالسلام باغِ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۸/ اگست ۲۰۰۰ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

آج کل ایک بار پھر یہ باتیں سننے میں آرہی ہیں کہ پاکستان ہرگز مذہب کی بنیاد پر قائم نہیں ہوا تھا بلکہ اس کے وجود کے آنے کے اسباب سیاسی یا معاشی تھے۔ تحریک پاکستان سے تعلق رکھنے والے دو حضرات حسین شہید سہروردی اور نور الامین نے سب سے پہلے اس بات کو برملا کہا تھا کہ پاکستان خالص معاشی اسباب کی بنا پر قائم ہوا ہے۔ ان کے بعد میاں ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات خاں صاحب سامنے آئے جنہوں نے کہا کہ تحریک پاکستان ایک سیاسی تحریک تھی۔

ان حالات میں اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ حقیقت پسندانہ انداز میں غور کیا جائے کہ قیام پاکستان کا اصل سبب کیا تھا؟ اور اب پاکستان کے استحکام کی بنیاد کیا ہے؟ دراصل اس مسئلے کی گہرائی کے اعتبار سے تین سطحیں ہیں۔ پہلی اور اولین سطح جو بالکل ظاہر اور سب کے سامنے ہے، یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ اس حقیقت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو فیصلہ کن فتح حاصل ہو ہی نہیں سکتی تھی اگر یہ نعرہ نہ لگایا جاتا کہ : "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ"۔

اس سے ذرا نیچے گہرائی میں اتر کر اس مسئلے کا جائزہ لینے پر یہ بات سامنے آتی ہے کہ تحریک پاکستان کا اصل جذبہ محرکہ مذہبی نہیں تھا بلکہ ایک خوف تھا جو ایک چھوٹی قوم کو ایک بڑی قوم سے لاحق ہو گیا تھا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ خوف تھا کہ جب انگریز یہاں سے چلا جائے گا تو ہندو اپنی اکثریت کے بل بوتے پر انہیں سیاسی طور پر دبائے گا اور معاشی طور پر ان کا استحصال کرے گا۔ اس کے علاوہ انہیں یہ بھی خوف تھا کہ ہندو انہیں زبردستی اسلام چھوڑنے پر بھی مجبور کرے گا۔ شدھی تحریک کی صورت میں انہیں اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس خوف کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمان تقریباً ایک ہزار برس تک ہندوستان پر حاکم رہے تھے۔ اس دوران کئی حکمرانوں سے ہندوؤں پر زیادتیاں بھی ہوئی تھیں۔ جس کے نتیجے میں ہندوؤں میں

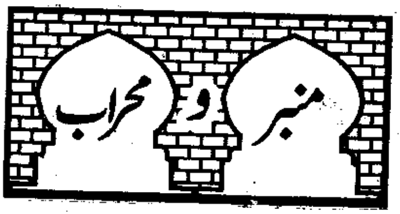

انتقام کے جذبات بھڑک رہے تھے۔ اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریک پاکستان کا اصل جذبہ محرکہ "قومی جذبہ تھا" تھا جو ایک منفی جذبہ یعنی خوف کی پیداوار تھا۔ وہ تو علامہ اقبال تھے، جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں تحریک پاکستان کے اس منفی جذبہ میں احیائے اسلام کے مثبت جذبہ کو بھی شامل کر دیا تھا۔

مسئلہ زیر بحث کی تیسری اور سب سے گہری سطح کا تعین اس سوال سے کیا جا سکتا ہے کہ اس چھوٹی قوم کی قومیت کی بنیاد کیا تھی۔ برصغیر کے مسلمان نہ کسی نسل کی بنیاد پر ایک قوم تھے، نہ زبان کی بنیاد پر، نہ ان کا لباس ایک تھا نہ ان کے اکل و شرب کے طور طریقے ایک تھے، بلکہ ان کو ایک قوم بنانے والی اگر کوئی قدر مشترک تھی تو صرف ایک تھی یعنی مذہب اسلام۔ اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ آخری تجزیہ بھی ہمیں اس نتیجے پر پہنچاتا ہے کہ پاکستان کے قیام کی بنیاد سوائے دین و مذہب کے کچھ نہیں بنتی۔

اب آیئے اس سوال کی طرف کہ پاکستان کے استحکام کی اصل بنیاد کون سی ہے؟ کسی ملک کے استحکام میں عموماً تین عوامل بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ پہلا تاریخی عامل ہوتا ہے، یعنی اگر کوئی ملک عرصہ دراز سے سینکڑوں اور ہزاروں سالوں سے ایک ہی نام اور ایک ہی حدود اربعہ کے ساتھ قائم ہو تو اس نام اور ان حدود کو ایک تاریخی تقدس حاصل ہو جاتا ہے جو اس ملک کے استحکام کا سبب بن جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تاریخی تقدس پاکستان کو حاصل نہیں کیونکہ یہ ایک بالکل نیا ملک ہے جو آج سے ۵۳ برس قبل دنیا کے نقشے پر وجود میں آیا۔ اسی طرح کسی ملک کو تقویت دینے والا دوسرا عامل جغرافیائی ہوتا ہے۔ عموماً کسی ملک کی سرحدوں پر کوئی بڑا دریا یا پہاڑی سلسلہ اس کے محافظ ہوتے ہیں جو قدرتی طور پر اس کی جغرافیائی حدود کا تعین کرتے ہیں اور اس ملک کے استحکام کا ذریعہ بنتے ہیں بدقسمتی سے جغرافیہ بھی پاکستان کی پشت پر نہیں ہے کہ جو اس کے استحکام کی کوئی ٹھوس بنیاد فراہم کر سکے۔ پنجاب کے میدانوں اور سندھ کے صحرا کو ہم نے ایک فرضی لکیر کے ذریعے ایسے کاٹا ہے جیسے چھری سے کیک کو کاٹا جاتا ہے۔

ملکوں کو مستحکم کرنے والا تیسرا عامل "انسانی جذبہ" ہوتا ہے۔ انسانی جذبہ عام طور پر دو طرح کا ہوتا ہے : قوم پرستانہ اور مذہبی۔ قوم پرستانہ جذبے کا سب سے بڑا مظہر آج کل وطنی قومیت کا تصور ہے کہ ایک ملک کی حدود میں رہنے والے تمام افراد خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ایک قوم شمار ہوں گے اور مساوی حقوق کے حامل ہوں گے۔ لیکن وطنی قومیت کا تصور پاکستان کے استحکام کا ضامن کیونکر بن سکتا ہے جبکہ پاکستان وطنی

قومیت کی کامل نفی کی بنیاد پر ہی تو قائم ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستانی نیشنلزم نام کی کوئی شے نہ تاحال وجود میں آئی ہے نہ قیامت تک آسکتی ہے۔ لہٰذا پاکستان کے استحکام کا کل دارومدار بھی مذہبی جذبے پر ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مذہبی جذبہ جو قیام پاکستان کا موجب بنا اور آج اس کے استحکام کے لئے جس مذہبی جذبے کی ضرورت ہے اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قیام پاکستان کے وقت جو مذہبی جذبہ کارفرما تھا اس کا اندازہ اس نعرے سے لگایا جا سکتا ہے کہ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" یعنی اس سے قطع نظر کہ کسی کے کردار و عمل میں اسلام ہے یا نہیں' صرف نام کا مسلمان ہونا بھی تحریک پاکستان کو تقویت دینے کا موجب بن گیا اس لئے کہ اس وقت مسلمان قوم کا مقابلہ ہندو قوم سے تھا اور ہر مسلمان مسلم قومیت کا جزو تھا خواہ وہ اسلام کے کم سے کم عملی معیار پر بھی پورا نہ اترتا ہو۔ لیکن آج پاکستان کے استحکام کے لئے حقیقی و عملی اسلام کی ضرورت ہے کہ جسے یہاں کے عوام نہ صرف اپنی انفرادی زندگیوں میں لاگو کریں بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی اسے ایک نظام کی حیثیت سے نافذ و قائم کریں۔

اس بحث کے بعد بھی آج اگر کوئی یہ سمجھتا ہے تو پاکستان کی بقا اور استحکام کی بنیاد اسلام کے سوا کچھ اور ہے تو یہ حب الوطنی نہیں بلکہ ملک سے دشمنی کے مترادف ہے۔ اس پر ظلم یہ کہ قائداعظم کی ۱۱/اگست ۴۷ء کی ایک تقریر کے ایک جملے کو بنیاد بنا کر یہ شوشا چھوڑا جا رہا ہے کہ وہ پاکستان کو سیکولر نیشن سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ حالانکہ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک قائداعظم کے کسی دوسرے بیان یا تقریر سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی۔ اس ضمن میں ہم نے قائداعظم کی تقاریر و بیانات سے اقتباسات جمع کر کے ایک کتابچہ بھی شائع کیا ہے جن سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ قائداعظم اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ پاکستان کو خلافت راشدہ جیسی ایک مثالی اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔

حالات حاضرہ

پاکستان کا اصل مسئلہ اسلام کی بحالی ہے' معیشت کی بحالی نہیں۔ لیکن بدقسمتی سے ماضی کی دوسری حکومتوں کی طرح ہماری موجودہ حکومت بھی پاکستان کو ڈیفالٹ ہونے سے بچانے کیلئے عالمی مالیاتی اداروں کے آگے جھکتی چلی آئی ہے تاہم اب آئی ایم ایف نے فتویٰ جاری کر دیا ہے کہ پاکستان ڈیفالٹ ہو چکا ہے اور موجودہ حکومت بحالی معیشت میں ناکام ہو چکی ہے۔ ان حالات میں بھی اگر ہمارے حکمرانوں کو یہ سمجھ نہ آیا کہ پاکستان کی ترقی و خوشحالی کا راز اسلام سے وابستگی میں مضمر ہے تو ملک عزیز کبھی مستحکم نہیں ہو سکتا۔ معیشت کی بحالی کیلئے پرویز مشرف اپنی سی ہر کوشش کر چکے' اب وہ ملک میں حقیقی اسلامی نظام قائم کریں اور اس کے مثبت نتائج کو بچشم سر دیکھیں۔ ان شاء اللہ حقیقی اسلام کے نفاذ کے بعد اس قوم سے وہ جیسی قربانی طلب کریں گے قوم پیچھے نہیں ہٹے گی۔ معیشت کی بحالی کا معاملہ ثانوی ہے لیکن بہرکیف یہ معاملہ بھی دین اسلام پر عمل کرنے ہی سے حل ہو گا۔ چنانچہ حکومت کو چاہئے کہ اندرونی و بیرونی تمام قرضوں پر سود کے خاتمہ کا اعلان کر دے اور عالمی مالیاتی اداروں کو صاف بتا دے کہ ہمارے اللہ اور رسول نے سود سے منع کیا ہے لہٰذا ہم سود ادا نہیں کریں گے۔ اس کے سوا معیشت کی بحالی کا کوئی راستہ نہیں۔ جنرل پرویز مشرف کو جان لینا چاہئے کہ اسی طرح ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہاتھ اپنے اثاثے بیچ کر قرضے ادا کرنے سے بھی ملک بحال نہیں بے حال ہو گا۔

عالمی افق پر نظر ڈالیں تو سب سے اہم مسئلہ فلسطین کی موجودہ صورتحال ہے۔ فلسطین کے مسئلے میں امریکہ نے واضح طور پر اسرائیل نواز پالیسی اختیار کر لی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امریکی دباؤ کے باعث اب فلسطینیوں کی کمر قدرے جھک گئی ہے اور انہوں نے سابقہ موقف میں نرمی اختیار کرتے ہوئے یہ شرط رکھی ہے کہ اگر آئندہ ایک ماہ میں اس مسئلے کے حل کی کوئی راہ نکالی جائے تو وہ خود مختار فلسطین کے قیام کی طے شدہ تاریخ یعنی ۱۳ ستمبر کو ملتوی کر دیں گے۔ اسی طرح فلسطین کے ایک نمائندے نے یہ امید بھی ظاہر کی ہے کہ جلد ہی ڈیوڈ کیمپ طرز کے سہ فریقی مذاکرات جلد منعقد ہو سکتے ہیں۔ گویا فلسطینی اس معاملے میں شدید دباؤ کا شکار نظر آ رہے ہیں۔ تاہم یروشلم کے معاملے میں اگر فلسطینیوں نے کوئی لچک دکھائی تو یہ عالم اسلام اور دین کے ساتھ غداری کے مترادف ہو گا۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ فلسطینی یروشلم اور بیت المقدس سے کبھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مشرق وسطیٰ کے حالات بڑی تیزی سے اس تصادم کی طرف جا رہے ہیں جس کا احادیث میں تذکرہ ہے اور اب اس بڑی جنگ کے لئے بھٹی گرم ہو رہی ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ نیٹو کی افواج نے جرمنی سے اٹھ کر کوسوو کو اپنا اڈا بنا لیا ہے اور اس طرح وہ اب مشرق وسطیٰ سے زیادہ قریب ہیں۔ ان حالات میں مسلمانوں کو بھی خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس معرکہ حق و باطل کے لئے اسی انداز میں تیاری کرنی چاہئے جیسی تیاری کفر کی طاقتیں اسلام کو مٹانے کے لئے ایک عرصہ سے کر رہی ہیں۔ OO

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۲۵ تا ۳۱/اگست ۲۰۰۰ء

طالبان کو مسلسل فتوحات حاصل ہو رہی ہیں' اب جنگ کا کوئی نتیجہ نہیں

شمالی اتحاد کے کمانڈر طالبان کی مسلسل فتوحات سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کرنے لگے ہیں' جنگ سے فرار ہونے والے کمانڈروں کو احمد شاہ مسعود نے غیر مسلح کر کے جیل میں ڈال دیا ہے۔ طالقان میں ہونے والی جنگ سے شکست کھا کر فرخار کی جانب بھاگنے والے دو بڑے گروہ اور ان کے دو کمانڈروں نجیب اللہ اور کمانڈر دادو کو گن پوائنٹ پر روک کر غیر مسلح کر دیا گیا' ان کا کہنا تھا کہ طالبان کو مسلسل فتوحات حاصل ہو رہی ہیں اس لئے اب جنگ کا کوئی فائدہ نہیں ہے' ان دونوں کمانڈروں کے ساتھ چار سو کی نفری تھی بنگی اور دولان کے محاذ سے شکست کھانے والے کمانڈر رحمت اللہ اور میر عالم کو بھی غیر مسلح کر دیا گیا' ان پر الزام ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ بغیر لڑے دولان اور بنگی کے مورچے خالی کر کے بھاگ گئے تھے اس کی وجہ سے طالبان آسانی کے ساتھ طالقان کے قریب پہنچ گئے۔

کفر و الحاد کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے ○ مولوی فضل ربی

صوبہ کنڑ کے مرکزی شہر اسعد آباد میں واقع ایک ہسپتال میں ڈاکٹروں کے لئے پولیو کے علاج کے بارے میں ایک خصوصی سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے محکمہ صحت عامہ کنڑ کے سربراہ مولوی فضل ربی نے کہا کہ شکر ہے کہ ہم نبی آخر الزماں ﷺ کے امتی اور امارت اسلامیہ کے کارکن اور خادم ہیں اگر دنیا میں دیکھا جائے تو صرف ہمارے ملک میں شریعت کو مکمل حاکمیت حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنا دین' ایمان اور عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح بنانا چاہئے اور ہر حال میں کفر و الحاد کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ انہوں نے کہا غزوۂ بدر واحد ہمیں یہی درس دیتے ہیں کہ جب ایمان مضبوط اور عمل صالح ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم امارت اسلامیہ کے دفاع کے لئے جان و مال کی قربانی دیں گے اسی میں ہماری دنیاوی و اُخروی نجات مضمر ہے۔

تجزیہ نگار کے نقطہ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

مُسلم لیگ کا انتشار

مرزا ایوب بیگ، لاہور

مسلم لیگ کا انتشار گہرا اور وسیع ہوتا جا رہا ہے اور اب اس کی تقسیم کو کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے میاں اظہر، عابدہ حسین، فخر امام، خورشید قصوری، اعجاز الحق اور سکندر ملی جیسی سیاسی شخصیات تو پہلے ہی مسلم لیگ میں ہم خیال گروپ بنا کر شریف فیملی کے مقابلے میں میدان میں اتر چکی تھیں اور قیادت کی تبدیلی کا پر زور مطالبہ کر رہی تھیں۔ لیکن اب چودھری برادران جو گجرات کا ایک بڑا سیاسی خاندان ہے اور ملکی سیاست میں ہمیشہ اہم رول ادا کرتا رہا ہے، خم ٹھونک کر شریف فیملی کے خلاف میدان میں اتر آیا ہے۔ چودھری ظہور الٰہی کے بڑے بیٹے چودھری شجاعت حسین اس سیاسی خاندان کے سربراہ ہیں۔ مزاج کے دھیمے اور سیاست میں محتاط انداز اختیار کرنے والے چودھری نے بڑے بھرپور انداز میں یہ بات کہی ہے کہ ہم کسی فرد کی خاطر مسلم لیگ کو قربان نہیں کریں گے کیونکہ قانون کے مطابق میاں نواز شریف اب کسی سیاسی پارٹی کی قیادت نہیں کر سکتے۔ اگر میاں صاحب کو مسلم لیگ کا صدر برقرار رکھا گیا تو مسلم لیگ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے رجسٹرڈ نہیں ہو سکے گی اور ظاہر ہے اسے انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ملے گی۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہمیں میاں نواز شریف پر پورا اعتماد ہے لہٰذا وہ اپنی بیگم محترمہ کلثوم نواز کے علاوہ کسی بھی شخصیت کو مسلم لیگ کا صدر نامزد کر دیں تو ہم تسلیم کر لیں گے۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا جا چکا ہے چوہدری شجاعت حسین سیاست میں محتاط انداز اختیار کرنے کی روایت رکھتے ہیں وہ نواز شریف پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے وہی بات کہہ رہے ہیں، جو نواز شریف کے بدترین دشمن کہہ رہے ہیں۔ میاں نواز شریف صدر برقرار رہنے کی ضد صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر انہیں مسلم لیگ کی صدارت سے الگ کر دیا گیا تو ان سے حکمران وہی سلوک کریں گے جو کسی سیاسی لاوارث سے ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی بچت اسی میں ہے کہ یا تو وہ خود صدر رہیں یا زیادہ سے زیادہ مسلم لیگ کی صدارت ان کی اہلیہ کلثوم نواز کو منتقل ہو جائے۔

میاں نواز شریف سمجھتے ہیں کہ ان کی رہائی اور فوجی حکمرانوں سے نجات زبردست عوامی تحریک برپا کئے بغیر ممکن نہیں لیکن مسلم لیگ کی سینئر قیادت فوج سے سینگ پھنسانے پر آمادہ نہیں تھی۔ لہٰذا انہوں نے سینئر رہنماؤں کے مشورے رد کر کے حکمرانوں کے خلاف تحریک چلانے کی راہ ہموار کرنے کے لئے ایک نوجوان اور جونیئر مسلم لیگی احسن اقبال کو مسلم لیگ کا چیف آرگنائزر بنا دیا۔ میاں صاحب کی ہدایت پر احسن اقبال نے پنجاب اسمبلی کے معطل ارکان میں سے اُن ایک سو ارکان کا اجلاس طلب کر لیا جن کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ وہ میاں صاحب کے اب بھی وفادار ہیں۔ ان ایک سو ارکان میں سے کتنے آئے یہ ایک الگ متنازعہ مسئلہ ہے۔ مسلم لیگ ۱۹۵ ارکان کی شرکت کا دعویٰ کرتی ہے لیکن مخالف گروپ تعداد ۵۲ بتاتا ہے۔ راقم کی رائے میں میاں صاحب ایسا منتخب قسم کا اجلاس طلب کر کے ایک اور بڑی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں۔ بات بالکل سیدھی سی ہے پارلیمانی پارٹی کے ۲۲۶ ارکان میں سے صرف ایک سو ارکان کو مدعو کر کے یہ تسلیم کر لیا گیا کہ ہمارے ساتھ اکثریت نہیں ہے پھر یہ کہ مسلم لیگ کی تقسیم کی خود بنیاد رکھ دی۔ سوال یہ ہے کہ اس برے وقت میں مسلم لیگ کی بہت سی اہم شخصیات میاں صاحب کا ساتھ کیوں چھوڑ گئی ہیں؟ اس کا ایک آسان اور عام فہم جواب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت مفاد پرست عناصر نے آنکھیں پھیر لی ہیں اور نفسی نفسی کی گردان کرتے ہوئے کونوں کھدروں میں دب کر بیٹھ گئے ہیں۔ راقم کی رائے میں ایسا ہرگز نہیں ہے کہ اس وقت میاں نواز شریف سے اختلاف کرنے والے لوگ سب کے سب مفاد پرست اور طوطا چشم ہیں بلکہ ایسی صورتحال پیدا کرنے کے خود میاں نواز شریف بھی کسی حد تک ذمہ دار ہیں۔

میاں صاحب مشاورت خصوصاً وسیع سطح پر مشاورت کے قطعی طور پر قائل نہیں تھے۔ اکثر وزراء کو بھی یہ شکایت رہتی تھی کہ ان کے محکموں کے بارے میں فیصلے بالائی سطح پر ہو جاتے ہیں اور انہیں محض اطلاع کر دی جاتی ہے۔ اسمبلی ممبران اور وزراء کو یہ احساس دلایا جاتا تھا کہ انہیں جو مقام اور مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ میاں صاحب کے طفیل حاصل ہوا ہے اور جب بھی کوئی شخص میاں نواز شریف کی نظر عنایت سے محروم ہو جائے گا تو اس کی سیاسی حیثیت صفر ہو جائے گی یعنی ان کی عزت نفس کو کچلا گیا۔ علاوہ ازیں میاں صاحب اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے جس سے میاں صاحب کا انتہائی قریبی اور سینئر ساتھیوں سے قلبی تعلق پیدا نہ ہو سکا۔ لہٰذا رفیق کار ہونے کا جذبہ نہ ابھر سکا بلکہ میاں صاحب باس کی حیثیت سے ان پر مسلط تھے۔ ظاہر ہے یہ پسندیدہ صورتحال نہ تھی اور وہ دبی زبان سے بھی کبھی گلہ شکوہ کرتے تو میاں صاحب کے ماتھے پر بل پڑ جاتے تھے۔ میاں اظہر کا معاملہ یہ تھا کہ جب انہوں نے ماڈل ٹاؤن کی کھلی کچہری میں علاقے کے مسائل بیان کرتے ہوئے حکمران خاندان سے عدم توجہی کا گلہ کیا تو میاں نواز شریف نے اپنے سیکرٹری کے ذریعے ان سے استعفیٰ طلب کر لیا۔

میاں صاحب کی زبردست مقبولیت میں مثبت پہلو کم اور منفی پہلو زیادہ تھا یعنی بہت کم لوگ ایسے تھے جو میاں صاحب کی اچھائیوں یا خوبیوں کی وجہ سے میاں صاحب سے جڑے تھے بلکہ ان لوگوں کی تعداد زیادہ تھی جنہوں نے بھٹو فیملی سے نفرت اور دشمنی کی وجہ سے میاں صاحب کو اپنا لیڈر بنایا تھا۔ اعجاز الحق اور چودھری برادران پیپلز پارٹی کو ضیاء الحق اور چودھری ظہور الٰہی کا قاتل سمجھتے تھے وہ پیپلز پارٹی کے قریب جانا بھی گناہ سمجھتے تھے۔ میاں نواز شریف نے ان کی اس مجبوری کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ میاں صاحب ان سے تعاون بھی حاصل کرتے تھے اور انہیں ذلیل و خوار کرنے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ اعجاز الحق سمجھتے تھے کہ میاں نواز شریف کی مقبولیت ان کے والد ضیاء الحق کے طفیل ہے اگر ضیاء الحق دست شفقت نہ رکھتے تو میاں صاحب سیاست میں کبھی پے در پے کامیابیاں حاصل نہ کر سکتے۔ یہ ایک حقیقت تھی لیکن میاں صاحب اعجاز الحق کو ذلیل کر کے یہ تاثر ختم کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا جب ۱۹۹۳ء میں وزیر اعظم بنے تو اعجاز الحق کی اہمیت کم ظاہر کرنے کے لئے پہلی قسط میں انہیں وزیر نہ بنایا گیا جو اعجاز الحق کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اعجاز الحق کیونکہ دوسری سیاسی قوت کے قریب نہیں پھٹک سکتے تھے لہٰذا چیں بچیں بھی ہوتے رہے

اور اسی تنخواہ پر کام بھی کرتے رہے۔ چودھری برادران کا معاملہ بھٹو دشمنی میں اعجاز الحق سے بھی بڑھ کر تھا للذا میاں نواز شریف جب تک بر سر اقتدار رہے چودھری برادران کو تگنی کا ناچ نچاتے رہے۔ بے نظیر بھٹو کے پہلے دور حکومت میں جب پنجاب میں میاں نواز شریف وزیر اعلیٰ تھے اور دونوں ایک دوسرے کو گرانے کی کوشش کر رہے تھے بے نظیر بھٹو نے بارہا پرویز الٰہی کو پیشکش کی کہ وہ سابقہ رنجش کو بھلا کر ان سے تعاون کریں تو وہ انہیں میاں نواز شریف کی جگہ وزیر اعلیٰ بنانے میں مدد کر سکتی ہیں لیکن پرویز الٰہی اپنی بھٹو دشمنی ختم کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور وزارت علیہ کو ٹھکرا دیا۔ اگلے انتخابات میں میاں نواز شریف نے چودھری برادران کی بھرپور حمایت حاصل کرنے کے لئے وعدہ کیا کہ اگر وہ مرکز میں اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پنجاب ان کے سپرد کر دیں گے لیکن وعدہ خلافی کرتے ہوئے وقت آنے پر اپنے بھائی کو وزیر اعلیٰ بنا دیا۔ ایک انسان خصوصاً سیاست دان ہونے کے ناطے پرویز الٰہی اس صریحاً زیادتی کو کیسے فراموش کر دیتے اب میاں نواز شریف نے جیل سے یہ مضحکہ خیز پیغام چودھری برادران کو بھجوایا ہے کہ میں پرویز الٰہی کو وزیر اعلیٰ بنانا چاہتا تھا لیکن میرا بھائی آڑے آ گیا للذا میں مجبور ہو گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ چودھری برادران نے دوسری سیاسی قوت سے چونکہ مکمل اور حتمی لاتعلقی اختیار کی ہوئی تھی' شریف فیملی نے اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلم لیگ کی حکومت میں پرویز الٰہی کے والد چوہدری منظور الٰہی کی فیکٹری پر چھاپے مارے گئے۔ اگرچہ پرویز الٰہی نے اس پر شدید احتجاج کیا لیکن قہر درویش بر جان درویش کے مصداق صرف چیخ و پکار کر کے رہ گئے۔ شجاعت حسین کے ساتھ مرکز میں یہی سلوک ہو رہا تھا اور کسی نے سچ کہا ہے کہ وزارت داخلہ کا قلمدان چوہدری شجاعت کے پاس تھا جبکہ وزارت کے حقیقی اختیارات نواز شریف کے دوست مسٹر سیف الرحمٰن کے پاس تھے۔ خورشید محمود قصوری نے جب پندرھویں ترمیم سے اختلاف کیا تو انہیں بھی دھمکی دی گئی کہ آپ ڈسپلن کے پابند رہیں یا استعفیٰ دے دیں۔ یاد رہے کہ آئین میں چودھویں ترمیم کے ذریعے ممبران اسمبلی کی زبانیں گنگ کر دی گئی تھیں۔

قصہ کوتاہ پارٹی ڈسپلن کے نام پر ایسا ماحول پیدا کر دیا گیا تھا کہ واہ بھئی واہ' سبحان اللہ اور ماشاء اللہ کے سوا پارٹی اجتماعات میں اور کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ جمہوریت کے نام پر بدترین آمریت قائم کر دی گئی تھی۔ خوشامدی اور قصیدہ گو لوگوں کو خوب نوازا جاتا تھا۔ لیکن میاں صاحب یہ فراموش کر گئے تھے کہ جو لوگ آج میری خوشامد اور چاپلوسی کر رہے ہیں کل کلاں جب اس کرسی پر میرا کوئی دشمن براجمان ہو جائے گا تو خوشامدی ذہنیت کے یہ لوگ جانے والوں کی برائیاں اور آنے والوں کو جی آیاں نوں کہہ رہے ہوں گے۔ اس سارے طرز عمل کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن لوگوں کے بارے میں میاں صاحب یہ سمجھتے تھے کہ ان کے پاس دوسری کوئی پناہ گاہ نہیں اور وہ میرا ساتھ دینے پر مجبور ہیں انہوں نے بھی مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی کے درمیان راستہ بنا کر میاں صاحب کا ساتھ چھوڑ دیا جبکہ خوشامدی اور قصیدہ گو تو پہلے دن سے سین سے غائب ہیں اور میاں صاحب تنہائیوں کا شکار ہو رہے ہیں۔

لیکن اس تصویر کا دوسرا رخ بھی ہے ہماری عوام کی نفسیات بڑی عجیب ہے یہ قوم بہت جلد ناراض ہو جاتی ہے اور کسی کو تکلیف میں دیکھ کر سب کچھ بھول جاتی ہے اور ہمدردی کا جذبہ ناراضگی کی جگہ لے لیتا ہے۔ اگرچہ عوام نواز شریف سے آخری ایام میں بہت ناراض تھے۔ مہنگائی' بیروزگاری' امن و امان کا فقدان اور امریکی صدر کے سامنے نواز شریف کا بھیگی بلی بن جانا یہ سب کچھ عوام کے لئے ناقابل برداشت ہو گیا تھا۔ اسی لئے ۱۲/ اکتوبر کی فوجی بغاوت کا عوام نے پرجوش استقبال کیا' لیکن ایک سال

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

حقائق حق

سیکولر نیشن سٹیٹ کے حامی دانشوروں کے جواب میں مرکزی انجمن خدام القرآن کی طرف سے

تحفظ نظریہ پاکستان مہم کے ضمن میں انگریزی اخبارات کو لکھا گیا ایک خط

ENDING THE SECTARIAN STRIFE

Col. ® Tahir Mashhadi has taken great pains to identify the cause of Sectarian violence in Pakistan and has suggested certain remedies. (Encounter May 27). Many more gentlemen like him are writing now and then on this topic showing their concern over deteriorating law and order situation in the Country. The problem is no doubt posing serious threat to the national fabric and well being of our society, but the course of action being suggested to eradicate and check Sectarianism do not appear to be in the right perspective. As every Muslim is aware, Islam is in fact a system of social justice and thus essentially needs establishing its Politico-Socio-Economic System in the Country. The fact that the very genesis and raison deter of Pakistan is Islam, we the Pakistani Muslims are duty bound to make Pakistan a true Islamic State. Thus there is a valid question; why after all our educated elite do not seek for the System rather than advance their own Views and idiosyncratic preferences. Is it not a historical fact that in Muslim Spain, Jews, Christians and Muslims lived together amicably and even the Jews regard it a golden period of their long history? That could happen mainly because Islam had dominance. Not just secular and progressive ideas, rather a determined and sincere commitment to authentic Islam can ameliorate the situation in Pakistan. The Ideal should be a return to the system of justice and peace as exemplified by the rightly guided caliphs, not religious and Sectarian beliefs. Otherwise we lose the very basis of our identity as an independent nation. It is high time that emancipated people like Col.® Tahir Mashhadi grow up and face truth.

(Dr. Absar Ahmad)
36-K, Model Town, Lahore

یروشلم کا مستقبل؟

تحریر: رعنا ہاشم خان' شکاگو

معزز قارئین! اس وقت کیمپ ڈیوڈ میں دنیا کے تینوں بڑے الہامی مذاہب 'مسلم' یہود اور نصاریٰ کے لیڈر یروشلم کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے مذاکرات میں مصروف ہیں اور جب تک یہ سطور آپ تک پہنچیں گی ہو سکتا ہے اس وقت تک وادی سینا کے یہ امن مذاکرات پایۂ تکمیل تک بھی پہنچ چکے ہوں۔ ان مذاکرات کا میزبان امریکہ اگر اس وقت اقوام متحدہ کی قراردادوں کو عمل میں لے آئے تو اسرائیل کے پنجے سے مشرقی یروشلم آزاد ہو جائے گا' کیونکہ مشرقی یروشلم کی آزادی کے بغیر مسلمان کسی معاہدے کو امن معاہدہ قرار نہیں دے سکتے اور نہ صرف فلسطین بلکہ عالم اسلام کا بچہ بچہ بیت المقدس کے لئے قربان ہو جانے کا جذبہ رکھتا ہے۔

یروشلم صدیوں سے مسلمانوں کی تحویل میں رہا ہے۔ دریائے اردن' غزہ کی پٹی اور کوہ جولان کے ناموں سے وابستہ مشرق وسطیٰ کا یہ علاقہ مسلمانوں' اسرائیلیوں اور یہودیوں کے لئے تاریخی' مذہبی اور ثقافتی اعتبار سے بے حد اہم ہے۔ ان تینوں مذاہب کے مقدس مقامات تقریباً ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اس کے ماضی' حال اور مستقبل سے تینوں کو گہرا لگاؤ ہے' لیکن یہاں ہم بات صرف مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے کریں گے کیونکہ یروشلم مسلمانوں کی دکھتی رگ ہے جو کہ سیاسی طور پر دہکتا ہوا لاوا بن چکی ہے۔

قبلۂ اول یعنی بیت المقدس وہ جگہ ہے جہاں سے حضور اکرم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے۔ بیت المقدس کی مسجد اقصیٰ قبلۂ اول اس لئے کہلاتی ہے کیونکہ ابتداء میں مسلمان کچھ عرصے تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ بعد میں مکہ مکرمہ یعنی خانہ کعبہ کی طرف پھیرنے کا حکم ملا۔ ہم مسلمانوں کے لئے بیت المقدس' خانۂ کعبہ اور مسجد نبویؐ انتہائی مقدس مقامات ہیں۔

۱۹۶۷ء میں قبلۂ اول ۸۰۷ برس بعد اسرائیل اور شام کے مابین چھ روزہ جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا اور اسرائیل نے دن دہاڑے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے پرخچے اس طرح اڑائے کہ اس کو متحدہ یروشلم کا نام دے دیا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ فاتح بن کر بیت المقدس میں داخل ہوئے تھے تو گنبد یعقوب علیہ السلام کے گرد کوڑا کرکٹ دیکھ کر اپنے مقدس ساتھیوں کے ساتھ پورے علاقے کو صاف کر ڈالا تھا۔ حضرت عمرؓ وہ تھے جن کے نام سے اس زمانے کی دونوں سپرپاورز (فارس و روما) کانپتی تھیں۔ دشمنوں تک نے کہا "لوگو! یہ وہ قوم ہے جن کا امیر زمین پر بیٹھ کر گھٹنوں پر رکھ کر کھانا کھاتا ہے۔ یہ لوگ چاہیں تو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں اور آج پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے کہ ایک عالم پر حکومت کرنے والے مسلمان افرنگ کی نظر کرم کے منتظر ہیں۔

فلسطینی تنظیم آزادی (PLO) کے سربراہ یاسر عرفات' اسرائیلی وزیراعظم باراک' اور امریکی صدر بل کلنٹن بظاہر بڑی دوستانہ فضا میں مذاکرات کرتے نظر آرہے ہیں لیکن آج جبکہ ہر طرف امریکہ کا طوطی بول رہا ہے' اور یہود و نصاریٰ ہمیں خاطر میں لانا تو درکنار مٹانے پر تلے ہوئے ہیں' مسلم امہ اس خواب غفلت میں ہے کہ محض چند دنوں کے مذاکرات یروشلم کے مستقبل کا فیصلہ ہمارے حق میں کر دیں گے۔ ہم اسی سیاست مغرب پر تکیہ کیے بیٹھے ہیں جس نے خلافت عثمانیہ کو تہہ و بالا کرنے کے لئے مسلم عرب کو مسلم ترک سے لڑا دیا تھا۔

دیکھئے قرآن مجید کیا کہتا ہے:

"(یاد رکھو)! اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے"۔ (محمد: ۳۸)

بھلا عالمی ضمیر کشمیر' فلسطین' بوسنیا اور چیچنیا کے لئے کیونکر بیدار ہو سکتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے وہاں خون مسلم بہہ رہا ہے اور ہمارا عمل کچھ بھی نہیں ہے اور خواب یہ دیکھتے ہیں کہ ہم نے تمام مقبوضہ علاقے خالی کرا لئے ہیں اور اقوام متحدہ کی جگہ خلافت اسلامیہ قائم کر دی ہے۔

ہم نے جہاد چھوڑا اور مغلوب ہوئے اور کافروں نے اپنے دین کفر کے لئے تگ و دو (جہاد) کر کے غلبہ حاصل کیا۔ ہم بھی قرآن مجید کو مینارۂ نور بنا کر اتحاد' تنظیم' یقین محکم کو ساتھ لے کر سکندر اعظم بن سکتے ہیں جس نے محض ۳۵ ہزار فوج ساتھ لے کر آدھی دنیا فتح کر لی تھی۔

جی ہاں! یروشلم کا مستقبل یقیناً تابناک ہے' بازی پھر ہمارے ہاتھ ہو گی لیکن ایسا تب ہو گا جب ہمارے لیڈر عمرؓ بن خطاب جیسی صفات کے حامل ہوں گے' ہماری صفوں میں غازی صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ ہوں گے اور ہمارے کمانڈر طارق بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ ہوں گے۔ اگر آج ہم متحد ہو کر بیدار ہو جائیں تو ارض فلسطین کی مقدس اور پاک اذانوں کو سن سکیں گے' ان شاءاللہ۔

گھر کے تمام افراد کیلئے پرخلوص تحفے

سہیلی میگزین
بچیوں کا واحد تربیتی' اصلاحی اور تحریکی مجلہ
80 صفحات قیمت فی شمارہ 10 روپے سالانہ خریداری 100 روپے
سعودی عرب مشرق وسطیٰ 48 ریال۔ امریکہ کینیڈا آسٹریلیا یورپ افریقہ 15 امریکی ڈالر

حجاب میگزین
خواتین کا معلوماتی' مفید اور اپنی نوعیت کا منفرد رسالہ
50 بڑے صفحات رنگین جاذب نظر ٹائٹل فی شمارہ سالانہ خریداری 150 روپے
سعودی عرب مشرق وسطیٰ 70 ریال۔ امریکہ کینیڈا آسٹریلیا یورپ افریقہ 22 امریکی ڈالر

چاند نگر
بچوں کا ایوارڈ یافتہ علمی اور معلوماتی مجلہ
48 صفحات قیمت فی شمارہ 6 روپے سالانہ خریداری 60 روپے
سعودی عرب مشرق وسطیٰ 35 ریال۔ امریکہ کینیڈا آسٹریلیا یورپ افریقہ 13 امریکی ڈالر

ملک بھر سے نیوز ایجنٹ ایجنسی کیلئے رابطہ کریں۔ خریداری VP نہیں کی جاتی۔ دو سالہ خریداری پر 15 فیصد LESS

منی آرڈر کیلئے:۔ مینیجر P-88 سکیم نمبر 1\212 فیصل آباد

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

تنظیم اسلامی سکھر کا مظاہرہ اور ریلی

تنظیم اسلامی سکھر چند سالوں سے مواقع کی مناسبت سے مظاہرے' ریلیاں اور کارنر میٹنگز کا انعقاد کرتی رہی ہے۔ اسی روایت کے مطابق یوم پاکستان کے حوالے ۱۳ اگست کو ایک ریلی اور مظاہرے کا انعقاد کیا گیا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق رفقاء ۸ بجے سے تنظیم کے دفتر واقع سندھ اسلامک سینٹر میں جمع ہونا شروع ہوئے۔ ٹھیک نو بجے مختصر ہدایات اور دعا کے بعد ریلی کا فارمیشن بنایا۔ ریلی میں ۳۸ رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ ریلی میں ۱۱ بینر (ہر ایک کو دو شرکاء اٹھائے ہوئے تھے) ۸ تنظیمی علم (جھنڈے) اور ۱۵ ایپرن (جن پر لکھا ہوا تھا : "تنظیم اسلامی کا پیغام —— نظام خلافت کا قیام) اور چھ ہزار ہینڈ بل جو خاص طور پر یوم پاکستان کے حوالے سے چھپوائے گئے تھے' ساتھ لئے گئے۔ ریلی کی قیادت امیر حلقہ کی امارت میں معمر ترین رفیق سعید الدین صدیقی تنظیمی علم اٹھائے ہوئے کر رہے تھے۔ ان کی عمر ۸۰ برس ہے اور گھٹنوں کا عارضہ بھی ہے، لیکن اس وقت بہت چاق و چوبند تھے۔ ایک اور معمر ساتھی محمود صاحب نے بھی ہمت کا مظاہرہ کیا۔ اس پروگرام کا مقصد' تنظیم کا تعارف' پاکستان کیوں وجود میں آیا' اسلام سے روگردانی کے کیا نتائج نکلے' اسلام کبھی بھی انتخاب یا دہشت گردی سے نہیں آسکتا۔ منہج انقلابِ نبوی ؐ کو ہی اپنانا ہو گا۔ ملکی حالات کو بہتر بنانے کے لئے تن من دھن لگا کے جہاد کرنا ہو گا۔ اس کام کے لئے تنظیم اسلامی کا ساتھ دیا جائے وغیرہ جیسے نعرے بینروں پر لکھے تھے۔

ریلی سندھ اسلامک سینٹر سے شروع ہو کر منارہ روڈ سے ہوتے ہوئے گھنٹہ گھر پہنچی۔ اس پورے وقت کے دوران ہینڈ بل تقسیم ہوتے رہے اور غلام محمد سومرو (امیر حلقہ) عرفان طارق' ساجد جاٹ' اسرار احمد' فیصل سومرو اور نگزیب منگی میگافون کے ذریعے باری باری خطاب کرتے رہے۔ شرکاء کی خاموشی' سنجیدگی قابل دید اور لائق ستائش تھی۔ پروگرام میں نوجوانوں کی اکثریت تھی' جنہوں نے بڑی دلچسپی سے اپنی اپنی ذمہ داری کو نبھایا۔ پروگرام کو بہت پسند کیا گیا۔ شرکاء کے جذبہ میں اضافہ ہوا۔ پروگرام کے اختتام پر یہ طے ہوا کہ اسی قسم کی ریلیاں خیرپور ناتھن شاہ اور دادو میں بھی کئے جائیں۔

تنظیم اسلامی سکھر کا ماہانہ درس قرآن

امیر تنظیم اسلامی کے حکم کے مطابق تنظیم اسلامی سکھر ماہانہ درس قرآن کا انعقاد کرتی رہی ہے۔ یہ پروگرام عموماً ہر مہینے کی پہلی پیر کو نماز مغرب تا عشاء اور پھر نماز عشاء اور مختصر تواضع کے بعد مزید پونا گھنٹہ چلتا ہے۔ شروع سے یہ ذمہ داری جناب انجینئر مختار حسین فاروقی (حال امیر حلقہ وسطی) نبھا رہے ہیں۔ یہ درس تقریباً پچھلے پانچ سال سے ضلع کونسل ہال میں ہوتا رہا ہے۔ یہ ہال دن کے وقت انسداد دہشت گردی کورٹ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کورٹ کے پہلے جج جناب لیاقت حسین شیخ صاحب جو کافی عرصہ سے اجازت دیتے رہے اور ہمت افزائی بھی کرتے رہے ان کے بعد جناب پر کاش صاحب بطور جج مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی درس پر اعتراض نہیں کیا۔ مرد شرکاء کی تعداد ۵۰۔ ۸۰ کے درمیان رہتی تھی اور ۵۔ ۱۰ خواتین بھی آیا کرتی تھیں۔

۷ اگست کو یہ پروگرام منعقد ہونا تھا لیکن پتہ چلا کے اب پر کاش صاحب کی جگہ کوئی دوسرے جج تعینات ہوئے ہیں تو راقم ان کے پاس دعوت اور اجازت کے لئے حاضر ہوا لیکن انہوں نے انکار کیا۔ چنانچہ عین وقت پر پروگرام کو تبدیل کر کے سندھ اسلامک سینٹر میں کیا گیا۔ الحمدللہ خلاف توقع شرکاء کی تعداد ۱۱۰ مرد اور ۵ خواتین (پردہ کے بندوبست کے ساتھ) تھی۔ اس پروگرام اور جگہ کی تبدیلی کو بڑا پسند کیا گیا۔ آج کل سورۃ الاعراف کا درس چل رہا ہے۔ (رپورٹ : غلام محمد سومرو)

اسرہ پھالیہ کا ماہانہ درس قرآن

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ ڈویژن کے امیر جناب شاہد اسلم نے غلبۂ دین کے موضوع پر درس دیا۔ وہ اسرہ پھالیہ کے ماہانہ دعوتی پروگرام میں درس دینے کے لئے خصوصی طور پر تشریف لائے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے سورۃ توبہ کی منافقین کے حوالہ سے آیات مبارکہ کا ترجمہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ آیئے دیکھیں کہ ان آیات کا انطباق مسلمانان پاکستان پر کس طرح ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ یہ خطہ اسلام کے لئے وقف ہو گا۔ لیکن ہم اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھول گئے۔ یہ اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حدیث پاک میں منافق کی تین نشانیاں بیان کی گئی ہیں کہ جب وہ بات کرے جھوٹ بولے' وعدہ کرے' وعدہ خلافی کرے' امانت رکھی جائے تو خیانت کرے ایک اور حدیث پاک میں چوتھی نشانی بھی بیان کی گئی ہے کہ جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔ کیا ہم نے جھوٹ نہیں بولا' وعدہ خلافی نہیں کی' امانت میں خیانت نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ ۲۵ سال بعد ہمیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں ذلت آمیز شکست کی صورت میں سزا ملی۔ قیام پاکستان سے قبل ہم مسلمان تھے لیکن بعد میں بنگالی' پنجابی' سندھی' پٹھان اور بلوچی بن گئے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری نجات اسی میں ہے۔ ورنہ معاشرے میں لگی آگ سے ہمارے گھر بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

ازاں بعد نقیب اسرہ ڈاکٹر مشتاق احمد نے حاضرین کے سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے واضح کیا کہ اقامت دین کی جدوجہد فرض عین ہے اور اس کے لئے کسی نہ کسی اسلامی انقلابی جماعت میں شمولیت ناگزیر اور دین کا اہم تقاضا ہے۔ تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کراتے ہوئے اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کے باہمی اتحاد کے ضمن میں تنظیم اسلامی کی کوششوں کا ذکر کیا۔

آخر میں حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ حاضرین میں سے چوہدری محمد خان صاحب ریٹائرڈ مینجر زرعی بینک نے اس پروگرام کی تعریف کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ ایسے پروگرام شہر کے مختلف مقامات پر ہونے چاہئیں تاکہ ان کی افادیت عام ہو۔ (رپورٹ : پروفیسر محمد باقر)

جب تک مکہ فتح نہیں ہو گیا حضور ؐ نے بیرون عرب عملی جدوجہد کا آغاز نہیں کیا

ڈاکٹر اسرار نے جہاد کی قرآن و سنت کی تشریح سے انحراف نہیں کیا' محمد نسیم الدین

امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں محمد نسیم الدین نے اہل سنت یوتھ فورس کے مرکزی صدر مولانا محمد امین انصاری کی طرف سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے جہاد کے حوالے سے بیان پر تبصرہ کے جواب میں کہا ہے کہ نبی اکرم کا اسوہ مبارک زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہے لہٰذا اسلامی انقلاب کے طریقہ کار کے لئے رہنمائی بھی ہم آپ ؐ کے اسوہ حسنہ سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی جدوجہد برائے غلبہ دین حق کا اولین ہدف جزیرہ نما عرب کو ہی رکھا اور جب تک وہاں دین قائم نہیں ہو گیا۔ بیرون عرب عملی جدوجہد کا آغاز نہیں فرمایا۔ اس حوالہ سے تنظیم اسلامی کا اولین ہدف پاکستان میں نظام خلافت کا قیام ہے جہاں مسلم حکمران برسراقتدار ہیں جن کے خلاف خروج کے لئے فقیہہ اعظم امام ابو حنیفہ نے بہت ہی کڑی شرائط عائد کی ہیں۔ لہٰذا امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اسلامی انقلاب کے آخری مرحلہ یعنی مسلح تصادم کے متبادل کے طور پر آج کی دنیا میں رائج پرامن مظاہروں و معرکوں اور گھیراؤ (جلاؤ نہیں) کا ذکر دیا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جہاد کی قرآن و سنت کی تشریح سے انہوں نے انحراف کیا ہو۔ البتہ غیر مسلموں سے جہاد کے لئے اسوۂ حسنہ میں ہمیں جو پیشگی شرائط ملتی ہیں۔ ان کو پورا کئے بغیر ہم مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ دنیا کا بڑے سے بڑا عمل بھی اگر سرور عالم ؐ کی سنت سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو اس کے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ آخر میں امیر تنظیم اسلامی حلقہ سندھ زیریں نے مولانا محمد امین انصاری کی توجہ قرآن کریم کی اس تعلیم کی طرف مبذول فرمائی کہ ہم مسلمانوں کو آپس میں حسن ظن کا رویہ رکھنا چاہئے۔

رپورٹ مبتدی و ملتزم تربیت گاہ سوات

حسب سابق امسال بھی تنظیم اسلامی پاکستان کے زیراہتمام میاندم سوات میں مبتدی و ملتزم تربیت گاہ منعقد ہوئی۔ یہ تربیت گاہ ۲۲ تا ۲۹ جولائی ۲۰۰۰ء کو ہوئی۔ میاندم وادی سوات کا ایک خوبصورت صحت افزاء مقام ہے جو مینگورہ سے تقریباً ۵۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ مقام سطح سمندر سے ۸ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

تربیت گاہ میں شرکت کے لئے آنے والے رفقاء و احباب کی تعداد سو سے تجاوز کر گئی تھی۔ شرکاء کی تعداد منتظمین کی توقع سے زیادہ تھی۔ تربیت گاہ کے شرکاء کے لئے رہائش اور طعام کا انتظام جناب قاضی فضل حکیم صاحب کے سپرد تھا۔ موصوف نے احسن طریقے سے اپنی ذمہ داری نبھائی۔

تربیت گاہ کے ناظم تعلیم و تربیت جناب رحمت اللہ بٹر صاحب ہی تھے۔ ان کے علاوہ مولانا غلام اللہ صاحب' جناب قاضی فضل حکیم صاحب اور شمس الحق اعوان صاحب نے بھی تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔

روزانہ صبح ۳ بجے رفقاء کو جگایا جاتا اور انفرادی طور پر سب رفقاء و احباب تہجد کے نوافل ادا کرتے۔ اس کے بعد مسنون دعائیں یاد کرائی جاتیں۔ بعد نماز فجر کچھ دیر آرام اور ناشتہ کے بعد صبح ۸ بجے معمول کی پڑھائی شروع ہو جاتی جو تقریباً ایک بجے تک جاری رہتی۔ مبتدی رفقاء کو عبادات کا نظام' بندگی رب' شہادت علی الناس' سماجی رسومات اور ہم عصر دینی جماعتوں کا تقابلی موازنہ جیسے موضوعات پڑھائے گئے۔ ملتزم رفقاء کو تقاریر کرنے کا موقع دیا گیا اور خطبہ جمعۃ المبارک' خطبہ نکاح اور دیگر اہم دینی موضوعات پر تقاریر یاد کرائی گئیں۔ ملتزم رفقاء کے اندر اعتماد کی کیفیت پیدا ہوئی اور تنظیمی فکر میں مزید پختگی و گہرائی کا احساس ہوا۔

تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ شرکاء کو سوات کے اہم مقامات کی سیر بھی کرائی گئی۔ مورخہ ۲۸ جولائی کو دو ویگنوں پر شرکاء جو کہ سیر کے خواہش مند تھے انہیں کالام لے جایا گیا۔ دریائے سوات کی سیر کی گئی اور قدرتی مناظر سے لطف اندوز ہوئے۔

نماز جمعہ کالام میں ادا کی گئی۔ مغرب تک میاندم واپس آئے۔ اگلے روز تربیت گاہ کا آخری دن تھا۔ رفقاء نے پورے ہفتہ کے دوران بہت کچھ پڑھا اور بہت کچھ سیکھا۔ دین کا صحیح تصور واضح ہوا اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس اجاگر ہوا۔ پوری تربیت گاہ کی تعلیم کا لب لباب نکالا جائے تو ایک شعر ہی کافی ہو گا۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

آخر میں میری دعا ہے کہ ہم نے جو کچھ سیکھا ہے اس تربیت گاہ سے ہمارے ایمان میں جو اضافہ ہوا ہے اللہ اسے قائم و دائم رکھے اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو پہلے سے بہتر طور پر ادا کرنے کی توفیق دے۔ (رپورٹ : چوہدری محمود الٰہی)

امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا کراچی میں رفقاء سے خطاب (تیسرا حصہ)

آخری بات جو کہنا چاہوں گا ہمارے ہاں معاشرے کے اعلیٰ طبقات جن میں بزنس مین' آفیسرز اور ٹیکنوکریٹس جیسے اونچے لوگ شامل ہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ان میں سے بعض لوگ تنظیم میں آئے ہیں۔ اس حوالے سے بھی مجھے ایک مسئلہ محسوس ہو رہا ہے وہ یہ کہ ان میں سے بعض حضرات کے لئے تنظیم کی معمول کی سرگرمیاں ان کے معیار زندگی سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ لہٰذا تنظیمی اعتبار سے یہ حضرات زیرو ہیں۔ یہاں شب بیداری کے پروگرام میں جو کچھ ہوتا ہے اس میں انہیں کوئی زیادہ دلچسپی والی بات نظر نہیں آتی۔ پھر وہ گھر کے نرم و گرم بستر کو چھوڑ کر مسجد میں آتے ہیں۔ چٹائی پر لیٹتے ہیں۔ اس صورتِ حال پر نفس تو بغاوت کرتا ہے۔ نفس وسوسہ پیدا کرتا ہے کہ کیا فائدہ ہوا اگر یہاں بھی آ کر سو گئے حالانکہ اس سے فرق پڑتا ہے۔ گھر سے نکلنے کی عادت پڑتی ہے۔ تبلیغی جماعت والوں نے یہ عادت بڑے پیمانے پر ڈالی ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت اقامت دین کی جدوجہد میں بہت بڑی حیثیت سے استعمال ہوں اور کبھی وہ مرحلہ بھی آئے کہ تبلیغی جماعت کے بہت سے لوگ اس انقلابی جدوجہد کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ ہمارے ایسے حضرات جو شب بیداری کا کوئی فائدہ نہیں سمجھتے انہیں اپنے سامنے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی مثال سامنے رکھنی چاہئے یا وہ شعر جو اکبر الٰہ آبادی نے کہا ہے ؏ "تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے" کے مصداق ہمارے لئے ابھی آگ میں جلنے کا کوئی مرحلہ نہیں آیا لیکن خاک میں ملنے کا موقع تو ہے۔ اپنے status سے نیچے اتر کر مسجد کی چٹائی پر رات گزارنا یا نظم کے دیگر تقاضوں کی پابندی کرنا جبکہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا امیر سوشل سٹیٹس کے اعتبار سے بہت نیچے ہے لیکن حکم تو اس کا ماننا ہے۔ وہ تو امیر ہے اس کے لئے میں اپنے آپ کو reconcile کروں۔ اس کی بڑی عمدہ مثال میرے سامنے ہے ہمارے سراج الحق سید صاحب کی جو یہاں انجمن کے پہلے صدر تھے۔ پھر لاہور منتقل ہوئے۔ وہاں انہوں نے ناظم اعلیٰ کا فریضہ انجام دیا ہے۔ میں انہیں اپنے محسنین میں سے سمجھتا ہوں۔ عمر میں بھی وہ مجھ سے کچھ بڑے ہیں اور جسم کے بھاری ہونے کی وجہ سے بہت سے عوارض میں مبتلا ہیں اور کافی عرصے سے صاحب فراش بھی ہیں۔ وہ آئی بی ایم کے سینئر ایگزیکٹو تھے۔ سوٹڈ بوٹڈ رہتے تھے' مجھے اب تک اُن کا نقشہ یاد ہے جب میرا الہدیٰ پروگرام پی ٹی وی پر چل رہا تھا۔ جب وہ اپنے بزنس ٹور پر لاہور آتے تھے تو وہ قرآن مجید میں سے کچھ سوالات نوٹ کر کے میرے پاس قرآن اکیڈمی آتے تھے۔ سوٹڈ بوٹڈ' فرسٹ کلاس کلین شیو' خوبصورت آدمی ہیں' خاصی وجاہت ہے ان میں۔ وہ مجھ سے اجازت لے کر آتے تھے اور سوالوں کے جواب نوٹ کرتے تھے۔ جب یہ سلسلہ کئی مہینوں تک چلا تو میں نے پوچھا کہ آپ تنظیم میں کیوں شامل نہیں ہو گئے۔ پھر وہاں ایک چالیس روزہ تربیت گاہ ہوئی جہاں وہ زمین پر سوتے رہے۔ وہ تو بعد میں جب ان کے ساتھ ہمارے روابط قائم ہوئے تو اُن کی اہلیہ نے بتایا کہ یہ تو وہ آدمی ہیں کہ پاس پانی رکھا ہو تو وہ خود لے کر پانی نہ پئیں۔ جب تک ملازم گلاس میں پانی انڈیل کر نہ دے۔ وہ اس طرح کے آدمی تھے۔ لیکن جب ناظم آباد نمبر ۵ میں میرا دورۂ ترجمہ قرآن ہوا تو انہوں نے جس طرح میری خدمت کی وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اس دوران میرا قیام ان کے گھر پر رہا۔ ریلوے لائن کے اس پار ناظم آباد نمبر ۵ تھا اور اس پار ناظم آباد کا بی (B) بلاک تھا۔ اس وقت میری اہلیہ بھی ساتھ آئی تھیں۔ پورے رمضان المبارک میں سحری اور افطار کے وقت کھانے کی ٹرے ہاتھ میں لے کر پورا زینہ چڑھ کر خود آتے تھے اور مجھے پہنچاتے تھے۔ آئی بی ایم کے زمانے کے ان کے واقف کار حیران رہ گئے کہ اُن کی زندگی میں یہ کیسا انقلاب آیا ہے۔ یہ انقلاب بہت ضروری ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک دولت مند باپ کے بیٹے تھے۔ اُن کا لباس شام سے تیار ہو کر آتا تھا۔ دو دو سو درہم کا ایک جوڑا ہوتا تھا اور وہ اس قدر خوشبو میں رچا بسا ہوتا تھا کہ جدھر سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ گزرتے پوری گلی مہک جاتی تھی۔ جب ایمان لائے ہیں تو خاندان کے سربراہ یعنی ان کے چچا نے انہیں مادر زاد برہنہ کر کے گھر سے نکال دیا۔ مدینہ والوں کی فرمائش پر آپ نے انہیں مدینہ بھیج دیا۔ اُن کی تبلیغ کے نتیجے میں ۷۵ افراد ایمان لائے۔ اُن کا اپنا یہ حال تھا کہ پورے جسم پر کپڑے نہیں ہوتے تھے صرف ایک تہمد باندھتے تھے۔ غزوۂ احد میں شہادت کے موقع پر ان کے جسم پر ایک چادر تھی وہ بھی اتنی چھوٹی کہ تکفین کے لئے ناکافی تھی۔ سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کو ڈھانکا جاتے تو سر کھل جاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سر ڈھک دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو۔ یہ آخری لباس ملا ہے اللہ کے اس بندے کو جس کا جوڑا دو دو سو درہم کا شام سے تیار ہو کر آتا تھا۔ ہمارے لئے یہ روشنی کے مینار ہیں۔ لہٰذا جو بھی اس طبقہ سے متعلق لوگ ہیں ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی ان کی طرف زیادہ التفات فرماتے تھے' کیونکہ معاشرے میں اُن کا مقام تھا' اُن کی حیثیت تھی' اُن کا سٹیٹس تھا' اُن کی وجاہت تھی' اسی لئے تو آپ نے نام لے کر دعا کی تھی کہ حضرت عمر اور ابوجہل کے بارے میں کہ اللہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اسلام کی جھولی میں ڈال دے تاکہ ان کے ذریعہ اسلام کو تقویت حاصل ہو۔ اس اعتبار سے ان بڑے لوگوں کی اپنی اہمیت ہے۔ تاہم انہیں بھی اللہ اور اس کے دین کے لئے قربانیاں دینا ہوں گی۔

(مرتب : محمد سمیع)

بقیہ : تجزیہ

گزرنے پر عوام کی امیدیں مایوسیوں میں بدل رہی ہیں۔ منگائی' بیروزگاری' ڈاکے' قتل و غارت ہر برائی اور ہر مصیبت میں اضافہ ہو چکا ہے۔ تاجر حکومت کی ٹیکس پالیسی کو تاجر دشمن پالیسی قرار دے رہے ہیں۔ سرکاری محکموں میں ڈاؤن سائزنگ جاری ہے۔ صنعت کار اپنا سرمایہ بیرون ملک منتقل کر رہے ہیں لہٰذا عوام خصوصاً شہری عوام میں نواز شریف کا ذکر ایک بار پھر شروع ہو چکا ہے۔ چنانچہ مسلم لیگ کے عام ارکان اور معطل ارکان اسمبلیوں کے ممبران بھی فوجی حکمرانوں کی عدم مقبولیت کا اثر قبول کر رہے ہیں۔ لہٰذا ایک بار پھر یہ سوچ ابھر رہی ہے کہ جو لوگ فوجی حکمرانوں کا ساتھ دیں گے یا حکومت مخالف لوگوں کا ساتھ نہیں دیں گے ان کا سیاسی مستقبل تاریک ہو جائے گا۔ ہمارے فوجی حکمران شاید نہیں جانتے کہ عوام کا اصل مسئلہ روٹی اور باعزت زندگی ہے۔ آپ جتنا چاہیں اچھا بلدیاتی نظام لے آئیں' اقتدار روٹ لیول پر منتقل کر دیں یہ سب کچھ اس وقت تک مفید ثابت نہیں ہو سکتا جب تک عوام کو حقیقی ریلیف نہ ملے۔ فرمان نبویؐ ہے : افلاس انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔ مسلم لیگ کے انتشار کے حوالے سے آخری بات یہ ہے کہ مسلم لیگ جب تحریک تھی تو جماعت نہ بن سکی اور جب جماعت بنی تو تحریک نہ رہی۔ لہٰذا نواز شریف اگر کسی تحریک کے ذریعے اپنی رہائی کے خواہش مند ہیں تو.....

دعائے صحت کی اپیل

نوید اقبال رفیق تنظیم اسلامی لاہور وسطی اسرہ اردو بازار کے والد محترم عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ قارئین ندائے خلافت سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن کے

شعبہ سمع وبصر کی ایک اور پیشکش

امیر تنظیم اسلامی وداعیٔ تحریک خلافت

ڈاکٹر اسرار احمد

کا ایک فکر انگیز خطاب

پاکستان ایک فیصلہ کن دوراہے پر

اب وڈیو سی ڈی پر (VCD) دستیاب ہے

قیمت فی سیٹ ——— ۱۰۰ روپے

ملنے کا پتہ : مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون ۳۔۵۸۶۹۵۰۱

دعوت فورم

دین اگر مغلوب ہو تو وہ مذہب بن جاتا ہے

آنحضور ﷺ کے مشن کی تکمیل میں جان و مال کھپانا ہر اُمتی کا اولین فریضہ ہے

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے زیر اہتمام ماہانہ دعوت فورم میں "اسلام مذہب نہیں دین ہے"

کے موضوع پر نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا خطاب

اس ماہ تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے ماہانہ دعوت فورم کا عنوان "اسلام مذہب نہیں دین ہے" تھا۔ جمعہ ۲۱ جولائی بعد نماز مغرب دفتر لاہور جنوبی کے سبزہ زار میں حافظ عاکف سعید صاحب نائب امیر تنظیم اسلامی پاکستان کے زیر صدارت یہ پروگرام منعقد ہوا۔ مسلک اہل حدیث کے ایک عالم عبید الرحمٰن صاحب اور تنظیم اسلامی ناظم دعوت و تربیت چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب مقررین میں شامل تھے' نے مذہب اور دین کے فرق کو واضح کیا۔

عاکف سعید صاحب نے اپنے جامع خطاب میں نہایت وضاحت کے ساتھ بتایا کہ اسلام "دین" سے رفتہ رفتہ "مذہب" میں کس طرح تبدیل ہوا۔ حافظ عاکف سعید صاحب نے بتایا کہ اس وقت دنیا میں مذہب کا تصور جسے انگریزی میں religion کہتے ہیں' عیسائیوں کے تصورِ مذہب سے ماخوذ ہے۔ موجودہ عیسائیت جو اصل میں پال ازم ہے عجیب بے سروپا عقائد کا مجموعہ ہے جو عقل و فطرت سے شدید طور پر متصادم ہیں۔ مزید برآں انجیل میں چونکہ شریعت نہیں تھی بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسویؑ کو برقرار رکھنے کا حکم دیا تھا لیکن پال نے عیسائیوں پر سے شریعت کو ساقط کر دیا۔ گویا موجودہ عیسائیت محض کچھ بے سروپا عقائد چند عبادات اور بعض رسومات پر مشتمل ہے۔ اسی حوالے سے دنیا میں مذہب کو انہی معنوں میں محدود سمجھا جاتا ہے' جبکہ اسلام نہ صرف یہ کہ عقل و فطرت سے مطابقت رکھنے والے عقائد' نظام عبادات اور سماجی طور اطوار کا مجموعہ ہے بلکہ یہ اجتماعیات انسانی یعنی سماجی نظام' معاشی نظام اور سیاسی نظام کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ گویا یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کے انفرادی اور اجتماعی تمام گوشوں پر محیط ہے۔ اسی کا نام دین ہے۔

نائب امیر نے بتایا کہ اسلام چونکہ اللہ کا عطا کردہ دین اور مکمل ضابطہ حیات ہے لہٰذا اس کو قائم و نافذ کرنا مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے۔ دین اگر مغلوب ہو جائے تو وہ دین نہیں رہتا بلکہ مذہب بن جاتا ہے۔ ۲۰۰ سال تک انگریز کی بالادستی کے باعث برصغیر میں اسلام دین کی بجائے مذہب بنا رہا اور بدقسمتی سے آج تک یہی صورتحال ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اگر کسی خطہ زمین میں اللہ کے دین کی بجائے کوئی اور نظام قائم و نافذ ہو تو یہی وہ فتنہ اور فساد ہے جس کی بیخ کنی کا حکم قرآن حکیم میں دوبارہ انتہائی تاکیدی انداز میں دیا گیا ہے۔ چونکہ ۲۰۰ سال کے دور زوال میں اسلام دین کی بجائے مذہب بن گیا تھا لہٰذا ہماری سوچ بھی تبدیل ہو گئی اور عوام ہی نہیں علماء کی اکثریت کا تصورِ دین بھی محدود ہو کر رہ گیا جس پر مرد قلندر علامہ اقبال نے بھرپور پھبتی چست کی کہ ؎

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت   ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

حضور ﷺ کا مشن اس وقت تک مکمل نہیں ہو گا جب تک پوری زمین پر اللہ کا قانون اور نظام قائم نہیں ہو جاتا۔ آنحضور ﷺ کے اس مشن کی تکمیل میں جان و مال کھپانا ہر امتی کے لئے اولین فریضے کا درجہ رکھتا ہے۔

اس وقت پوری دنیا میں سوائے افغانستان کے جہاں دین اسلام کے قیام و نفاذ کے لئے میدان ہموار رہا ہے' کسی اور اسلامی ملک میں اسلام بطور دین کے قائم و غالب نہیں ہے۔ دین حق کو قائم کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خانہ کعبہ اور مسجد نبویؐ کی نمازیں چھوڑیں اور دنیا میں پھیل گئے۔ یہ دین پہلے بھی قربانیوں سے قائم ہوا تھا اور اب بھی قربانیوں سے ہی قائم اور نافذ ہو گا۔ دین کو قائم کرنے کے لئے جہاد کا حق ادا کرنا ہو گا۔ پسر اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال بھی اپنے تمام تر سیکولر نظریات کے باوجود افغانستان کے دورے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اگر افغانستان کی طرح تین چار اسلامی ملکوں میں دین و شریعت کا نفاذ ہو جائے تو اسلام پوری دنیا میں قائم ہو جائے گا۔

چوہدری رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم تربیت و دعوت نے فرمایا کہ مذہب کی اصطلاح عیسائیوں کی وضع کردہ ہے اور ہم نے بھی اسے اختیار کر لیا ہے۔ تمام رسولوں کا مقصد زندگی "لیقوم الناس بالقسط" یعنی لوگوں میں عدل و قسط کا نظام نافذ کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے حاکم نہیں۔ آج ہمارے علماء کا تصور دین بھی مذہب تک محدود ہے۔ اللہ کی حاکمیت کے بغیر دین کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ بٹر صاحب کے خطاب کے بعد عاکف سعید صاحب نے حاضرین کے سوالوں کے جوابات دیئے۔ نماز عشاء اور پھر عشائیہ پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ ۱۲۵ کے لگ بھگ احباب نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ (مرتب : غازی محمد وقاص)

Vol : 9 Regd. CPL No.127 No.34
WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

یادِ ماضی

حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ

سقوط ڈھاکہ کی دلخراش داستان غم!

تحریر : نعیم اختر عدنان

ساٹھ' اکسٹھ کی سن پیدائش کا حامل شخص جو سن دو ہزار میں شعوری بلوغ کی حدوں کو چھونے کی کوشش کر رہا ہو اسے ۱۹۷۱ء میں دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست کے دولخت ہونے کے المیہ کی دلخراش داستان اور اس کے پس پردہ کرداروں کے بارے میں کیا شعور و ادراک ہو گا؟ لیکن کچھ یادیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنی شدت اور گہرائی کی بدولت نیم شعوری کے حامل انسان کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ سقوط ڈھاکہ کا المیہ بھی ایسے ہی روح فرسا اور دلخراش واقعات میں سے ایک واقعہ ہے! دس سال کی عمر کے ایک نوعمر بچے نے جو لاہور کے ایک دور افتادہ گاؤں کا باسی تھا۔ جب پہلی مرتبہ گاؤں کے بڑوں سے اپنے وطن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچنے کی خبر سنی تو ننھے وجود کا ننھا سا دل رنج و الم سے تڑپ کر رہ گیا ـــــ دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلنے لگے اور یوں وقت کے دریا میں بہت سا پانی بہہ گیا تو پاک فوج کے ایک قابل فخر سپوت اور دین و وطن کی محبت سے سرشار "قلم کار" صدیق سالک مرحوم کی کتاب "میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا" ہاتھ لگی۔ "سقوط ڈھاکہ" کے عینی شاہد نے اپنی کتاب میں بہت سے گوشے بے نقاب کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ بعد ازاں تنظیم اسلامی کے قائد ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی زبان سے قرآن و حدیث کے آئینے میں سقوط ڈھاکہ کے عظیم المیہ کے حقیقی اور پس پردہ اسباب و محرکات سے آگاہی ہوئی ـــــ چنانچہ "سقوط ڈھاکہ کا المیہ" ماضی کی ایک تلخ یاد بن کر روح و قلب میں پیوست ہو کر رہ گیا مگر اسلام کے نام پر بننے والے ملک اسلام اور پاکستان کے دشمن ملک کے ایک اخبار نے مبینہ طور پر "سقوط ڈھاکہ" کے اسباب کا کھوج لگانے والے کمیشن کی سفارشات کو طشت ازبام کر کے سینے کے داغوں کو پھر سے تازہ کر دیا۔ سانحہ سقوط مشرقی پاکستان کے تین مرکزی کردار یحییٰ خان' ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن اور اندرا گاندھی تو کیفر کردار تک پہنچ چکے ہیں البتہ جنرل عبداللہ خان المعروف اے کے نیازی دندناتے پھر رہے ہیں۔ جنرل اے کے نیازی کا "کردار" ہر محاذ پر شرمناک تھا' لہٰذا انہیں رضاکارانہ طور پر جنرل رحیم کی طرح خود کو کورٹ مارشل کے لئے پیش کر دینا چاہئے ورنہ بعید نہیں کہ قدرت سقوط ڈھاکہ کے دیگر کرداروں کی طرح انہیں بھی اپنے "عذاب" سے دوچار کر دے!

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

میں ایف اے' آئی کام اور آئی سی ایس سال اول میں

داخلوں کے ابتدائی مراحل مکمل ہو چکے ہیں اور اب

لیٹ فیس کے ساتھ داخلے جاری ہیں

پاکستان کے اُن علاقوں میں تعلق رکھنے والے طلبہ جہاں میٹرک کے نتائج کا اعلان تاخیر کے ساتھ ہوا ہو' اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ایسے طلبہ فوری رابطہ کریں :

پرنسپل قرآن کالج : 191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور فون : 5833637

نامے میرے نام

محترمی و مکرمی مدیر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام امید ہے کہ باعافیت ہوں گے۔ ندائے خلافت کا پابندی سے قاری ہوں۔ تمام مضامین بہت عمدہ اور معیاری ہوتے ہیں۔ خصوصاً محترمی مرزا ایوب بیگ صاحب کا تجزیہ بہت ہی عمدہ اور حالات کے عین مطابق ہوا کرتا ہے اس دفعہ کا تجزیہ (۲۷/جولائی تا ۲/اگست) تو بہت ہی نفع بخش اور آنکھیں کھول دینے والا تھا تمام دینی جماعتوں کے رہنما حضرات کے لئے۔

میری طرف سے ان کو خصوصی دعائیں اور سلام پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دماغ و قلب میں ایسے نفع بخش فائدہ مند تجزیہ اتارتا رہے اور ہم اس سے مستفید ہوتے رہیں۔ آمین والسلام

سید مامون رشید

حیدر آباد

☆ ☆ ☆

محترم عاکف سعید صاحب' مدیر ندائے خلافت لاہور

السلام علیکم! مزاج گرامی بخیر

میں ندائے خلافت کے اجراء کے دن ہی سے اس کا قاری ہوں۔ آپ اور آپ کی ٹیم جس محنت اور خلوص سے مضامین کا انتخاب کر کے شائع کرتی ہے نہایت ہی معلومات افزاء اور نئی ہونے کے علاوہ ہفتہ بھر کے عالمی و ملکی حالات سے باخبر کر دیتی ہے۔ کسی اخبار کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ خاص کر ایوب بیگ صاحب کا تجزیہ اس حوالے سے بہت معلوماتی ہوتا ہے۔ فرقان دانش صاحب محترم ڈاکٹر اسرار صاحب کے خطاب جمعہ کی جو تلخیص پیش کرتے ہیں واقعی سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ اس دفعہ جو مضمون لوکلائزیشن و گلوبلائزیشن کا آیا تھا نہایت عمدہ اور عیار کی چالاکی کا کھلا ثبوت تھا۔ سرورق پر جو اقتباس آتا ہے وہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے اور ایمان و عمل کو جلا بخشتا ہے۔ چند دن پہلے اسلامی ممالک اور خلفاء کے بارے میں ایک معلوماتی سلسلہ شروع ہوا تھا۔ وہ بھی اگر ممکن ہو اور مناسب ہو تو دوبارہ شروع کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب "خطبات خلافت" کے حوالے سے اگر مضامین کی سلسلہ وار قسط شروع ہو جائے تو شاید جدید ذہن کو موجودہ فریم ورک میں نظام خلافت کے بارے میں موجود الجھنوں کو دور کرنے میں مدد مل جائے۔ ڈاکٹر صاحب کی باقی کتابوں کا مختصر تعارف کے ساتھ اشتہار دیا جائے' کیونکہ ندائے خلافت عوامی قسم کا پرچہ ہے۔ اس طرح لوگوں کی نظروں سے یہ کتابیں گزریں گی۔

بہرحال مجموعی طور پر ندائے خلافت معیاری پرچہ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس میں مزید ترقی فرمائے اور لوگوں کی صحیح رہنمائی میں مدد و معاون ہو۔ (آمین)

احسان الودود' تیمر گرہ